عبدالکریم آغا شورش کاشمیری مرحوم

انتظار احمد اسد

رشید احمد صدیقی نے کہا تھا ''شورش کاشمیری ابوالکلام کے طنطنہ قلم اور ظفر علی خان کے ہمہمہ انشا کا وارث ہے''۔ ''زمیندار'' کی زبان، ظفر علی خان کی صحافت، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت اور آزاد کی نثر کے وارث کا نام تھا شورش کاشمیری۔ سن کا تو علم نہیں لیکن اتنا معلوم ہے کہ غالباً ان کے پردادا سری نگر سے مہاراجا گلاب سنگھ کے عہد میں نقل مکانی کر کے امرت سر (پنجاب) میں آ بسے تھے بعد میں ان کے دادا امیر بخش لاہور چلے آئے انھوں نے ایک روڈ انارکلی پر ایک تنور لگایا یہاں کشمیری باقر خانی اور قلچے بیچنے لگے اس کاروبار میں انھوں نے خوب نام کمایا۔ امیر بخش کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام نظام الدین تھا یہی ہمارے شورش کاشمیری کے والد محترم تھے۔

عبدالکریم شورش 14 اگست 1917ء کو لاہور میں پیدا ہوئے انھوں نے دیو سماج ہائی سکول انارکلی میں تعلیم پائی یہ زمانہ سائمن کمیشن کی ہندوستان میں آمد کا تھا۔ کسی بھی ہندوستانی کو اس میں شامل نہ کرنے کی وجہ سے پورا ملک شعلہ جوالہ بنا ہوا تھا، شہر شہر خفیہ اور شدت پسند جماعتیں قائم تھیں، تحریک آزادی کی رفتار تیز ہوگئی تھی نوجوانوں پر ان حالات کا گہرا اثر تھا لالہ لاجبت رائے کا دنیا سے اٹھ جانا، بھگت سنگھ کی موت، جلیانوالہ باغ کا واقعہ یہ حالات تھے جب شورش نے اپنی زندگی کو آزادی کی تحریک کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ابتداء میں انھوں نے ایک ہندو دوست کے ساتھ مل کر "بال بھارت سبھا" قائم کی۔ ابتدائی عمر میں ہی وہ ظفر علی خان کے "زمیندار" کے قاری بن گئے تھے کیونکہ یہ اخبار ان کی دادی اماں پڑھا کرتی تھیں۔ شورش نے پہلی تقریر مسجد شہید گنج کے ہنگامے کے دنوں میں 1935ء میں شاہی مسجد لاہور میں کی جس پر وہ گرفتار ہوئے مقدمہ چلا تین سال قید اور تین سو جرمانے کی سزا ہوئی بعد میں تین ماہ کی قید کے بعد وہ رہا ہوگئے۔ 1935ء سے 1939ء تک ہر سال چند ماہ جیل میں جانا ان کا معمول بن گیا۔ حالات کی سنگینی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ 1944ء میں صرف 47 سال کی عمر میں 9 برس جیل میں گزار چکے تھے۔

شورش شروع میں ظفر علی خان سے متاثر تھے۔ چوہدری افضل حق سے ملاقات اور مسجد شہید گنج کے واقعات نے ان کو بڑے بڑے مسلمان لیڈروں سے متنفر کر دیا۔ فروری 1939ء میں وہ مجلس احرار میں شامل ہوگئے تھے۔ 27 مئی 1945ء کو ان کی انبالہ میں اپنی ماموں زاد سے شادی ہوئی دلہن لیکر لاہور آئے تو ولیمہ میں دوسرے احباب کے ساتھ مولانا ظفر علی خان بھی موجود تھے انھوں نے ارتجالاً تین اشعار کا یہ قطعہ کہا:

گجردم لے کے قاصد یہ مسرت زا پیام آیا — کہ انبالہ سے شورش پھندنا سی دلہن لایا
میرے دل سے دعا نکلی کہ اس جوڑے کے سر پر ہو — نبی کی رحمتوں کا اور خدا کے فضل کا سایہ

عبدالکریم کے معاشی حالات بہتر نہ تھے شادی کے بعد انہوں نے مختلف ناشروں کے ہاں اجرت پر کام کرنا شروع کیا، مسودوں کی تصحیح، ترتیب، نظر ثانی کے علاوہ خود بھی لکھتے اس طرح چار پانچ سو روپیہ حاصل کر لیتے۔ اس کے بعد پر بودھ چندر جو کہ مشہور کانگرسی لیڈر لالہ پنڈی داس کے داماد تھے کے ساتھ ملکر ایک پبلشنگ ہاؤس قائم کیا۔ مولانا آزاد کی شہرہ آفاق کتاب "غبار خاطر" کا دوسرا ایڈیشن انھوں نے شائع کیا اس ادارہ کا شیرازہ تقسیم کے بعد بکھر کر رہ گیا۔

بد قسمتی سے شورش تعلیم جاری نہ رکھ سکے لیکن قید بند کے ایام میں اپنے عہد کے مشہور مشاہیر علم ادب کی رفاقت، صحبت، اور وسیع مطالعے نے ان کو اس قابل بنا دیا تھا کہ اپنے عہد کے تمام علوم پر نہ صرف انھوں نے اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی بلکہ بعض علوم میں ان کی حیثیت انسائیکلو پیڈیا کی سی تھی۔ انھوں نے مولانا آزاد سے نثر کا پر شکوہ انداز سیکھا، مولانا ظفر علی خان کی تتبع میں صحافتی شاعری اختیار کی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی پیروی میں وہ شعلہ بیان خطیب بن گئے انھوں نے اپنے تئیں مولانا آزاد کی مصنوعی شاگردی کا دعوٰی بھی کیا ہے جیسا کہ ان کا یہ شعر ہے:

کسی ذلیل قلم کار سے تعلق کیا
خدا کا شکر ہے، تلمیذ بوالکلام ہوں میں

اس بات سے کوئی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا کہ ظفر علی خان موضوعاتی ہنگامی شاعری کے امام تھے شورش اس میدان میں ان کے ہم قدم رہے حد یہ کہ ظفر علی خان کو کہنا ہی پڑا

شورش سے مرا رشتہ ہے اور وہ ازلی ہے
میں وقت کا رستم ہوں تو وہ ثانی سہراب

وہ ابتدا میں احسان دانش اور بعد میں ظفر علی خان اور تاجور نجیب آبادی سے بھی اصلاح کلام لیتے رہے۔

احسان نے اپنی سوانح عمری "جہان دانش" میں لکھا ہے کہ شورش پہلے "الفت" تخلص کرتے تھے "شورش" تخلص احسان دانش ہی کی دین تھی۔ زندگی کے آخری لمحے تک وہ اپنا کلام احسان کو دکھلاتے رہے۔ 1944ء میں جیل سے رہائی اور گھر پر نظر بندی کے ایام میں انھوں نے "اسرار بصری" کے قلمی نام سے بھی لکھا۔

شورش کشمیری نظم، نثر کے میدان میں ظفر علی خان کے بعد اردو کے سب سے بڑے قلم کار تھے یہ ان کی خوش بختی تھی کہ زندگی ہی میں ان کا قلمی سرمایہ تقریباً شائع ہو گیا تھا۔ ان کی سوانح عمری صرف ایک کتاب پر مشتمل نہیں بلکہ چار